خطاب: شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ
ضبط و ترتیب: اصلاح الدین حقانی

الہام کا کرشمہ

> شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ نے گذشتہ سال ربیع الاول کے مہینے میں جامع مسجد دارالعلوم میں تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع سے خطاب فرمایا تھا۔ افادہ عام کے پیش نظر نذر قارئین ہے۔ "ادارہ"

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔ فقال اللہ تعالیٰ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔ (عنکبوت ۶۹)

محترم بزرگو اور عزیز طلبہ!

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک وعدے کا ذکر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ مناسب وقت پر کامیابی کا مناسب راستہ الہام فرمائے گا اور جو لوگ اسلام کی اشاعت کی کوشش کرتے ہیں۔ دین حق کے غلبہ اور اشاعت کے لئے مجاہدے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر مناسب طریقوں کا الہام فرمائے گا۔ تمام الٰہی وعدوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی بلا ریب سچا اور پورا ہونے والا ہے بلکہ اس کی چند مثالیں تو ہمارے سامنے ہیں۔

جمع قرآن کا کارنامہ الہامی تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ ابتداء ہی میں آپ کو مسیلمہ کذاب سے ٹکر لینی پڑی۔ اس کے ساتھ جنگ میں بے شمار حفاظ اور عظیم علماء شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو الہام فرمایا کہ قرآن کے الفاظ جمع کر دو تاکہ جنگوں میں قراء اور حفاظ کی شہادت کی وجہ سے جس ضیاع کا خطرہ ہے قرآن کے جمع کرنے سے اس کا مداوا ہو سکے۔ اس کے بعد صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو خود قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے مجھے کیا پڑی ہے کہ قرآن جمع کروں بلکہ اس الہامی تدبیر کے ذریعے اس نے قرآن جمع کرنے کا انتظام کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انا لہ لحافظون اس لئے نہیں کہا ہے کہ حفاظت کے اس وعدے پر اعتماد کر کے تم حفاظت کی اپنی کوششیں

بھی ترک کردو۔ نہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کا یہ مطلب تھا کہ تم آرام سے بیٹھو۔ میں اس کی حفاظت کرونگا۔ بہرحال صدیق اکبرؓ کا یہ اقدام قرآن مجید کی حفاظت کا ایک ذریعہ بنا۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے قرآن کو سات لغات میں جمع کیا تھا۔ ان میں قریش کی لغت کے علاوہ چھ دوسری لغات بھی تھیں، جن کی اجازت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوئی تھی، نیز حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مجموعہ میں اس کی وضاحت بھی نہ تھی کہ یہ لغت کس کی ہے نیز یہ کہ کونسی آیت محکم ہے کونسی منسوخ التلاوت ہے۔ یہ بات بعد میں فتنہ کا سبب بننے والا تھا کہ ایک لغت والے دوسرے لغت والوں کے قرآن کو قرآن سمجھنے سے انکار کردیں۔ اس موقعہ پر حضرت عثمانؓ کو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا اور اس نے قرآن کو لغت قریش پر جمع کیا اور مذکورہ خطرے کے سدباب کے سلسلے میں چھ دوسری لغات اور منسوخ التلاوت آیتیں نکال دیں۔ اس طرح اختلافِ امت کا خطرہ ٹل جانے کے ساتھ ساتھ قرآن کی حفاظت کا دوسرا مرحلہ بھی طے ہوا۔

یہاں پر حضرت عثمانؓ نے بھی اس بات کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے بلکہ یہی سوچا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت اور پیدا ہونے والے فتنوں کے سدباب میں کوشش کرنا بڑی سعادت اور خوش قسمتی کی بات ہے۔

تدوین فقہ الہام کا نتیجہ تھا نشاط اسلام اور مملکت اسلامی کی وسعت کے ساتھ ساتھ نئے اور پیچیدہ مسائل پیدا ہوئے جن کا حل قرآن و سنت کی عبارت میں تو موجود نہ تھا لیکن اشارۃ النص وغیرھا میں وسعت کی وجہ سے اس کا حل وہاں موجود تھا تو اللہ تعالیٰ نے ائمہ مجتہدین کو ایک طریقہ کا الہام فرمایا کہ وہ قرآن و سنت سے مسائل کا استنباط کریں اور وقت کے ضروری مسائل کا استخراج قرآن و سنت سے کریں۔ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے ساتھی استنباط مسائل کے اس اہم کام کیلئے کمربستہ ہوگئے، اس کام کو سرانجام دینے کے لئے سفر و حضر میں تکلیفیں جھیلیں اور درس و تدریس کے ذریعے ہزاروں شاگردوں کو دین سکھایا۔ اشاعت دین کا یہ طریقہ بھی درحقیقت ایک الہامی طریقہ تھا۔

مدارس کا قیام ایک الھامی راستہ پھر ان کے تلامذہ، علماء اور ان امراء اور وزراء کو جو خود بھی عالم تھے اللہ تعالیٰ نے مدارس کے قیام کا الہام فرمایا۔ ان مدارس کو بادشاہ، وزراء اور اہلِ حکومت چلاتے تھے، اسطرح تعلیم و تعلم کا سلسلہ کامیابی سے شروع ہوا۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ حصول علم بجائے خود فرض عین ہے یا بعض صورتوں میں فرض کفایہ ہے لیکن مدارس کا قیام اور ان کا نظام فرضِ عین ہے نہ فرض کفایہ، بلکہ زیادہ سے زیادہ اسے بدعتِ حسنہ کہہ سکتے ہیں اور اشاعت دین کا ایک الہامی راستہ اسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

تبلیغی جماعت الہام کا کرشمہ تقریباً ایک صدی قبل تبلیغ احکام، وعظ اور اصلاح امت مختلف طریقوں سے جاری تھا حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح امت کا ایک خاص طریقہ الہام فرمایا واضح رہے کہ اصلاح وتبلیغ فرض ہے لیکن یہ خاص طریقہ نہ تو فرض عین ہے نہ فرض کفایہ۔ الیوم اکملت لکم دینکم کے نزول کے بعد نئے فرائض کی کوئی گنجائش نہیں ہے، صرف مصلحت وقت اور ایک بدعت حسنہ کا درجہ اسے دیا جاسکتا ہے نیز یہ بھی یاد رہے کہ یہ جماعت اسلامی مدارس کی پیداوار ہے۔ مدارس ہی میں اس کی نشوونما ہوئی ہے اس لئے تبلیغی جماعت اسلامی مدارس کا بیٹا ہے، باپ نہیں لیکن اچھا اور کام کا بیٹا ہے وفادار بیٹا ہے اور مقصد کے لحاظ سے بہت کامیاب اور موثر طریقہ ہے مجھے خود تبلیغی حضرات کے اس طریقہ سے کچھ زیادہ واسطہ نہیں پڑا لیکن چونکہ میں بتا چکا ہوں کہ یہ ایک الہامی طریقہ ہے۔ اس لئے اس کے متعدد مناقب اور فضائل ہیں۔ آج میں صرف دس مناقب ذکر کروں گا۔

انابت الی اللہ اس الہامی طریق کار کے ذریعے انابت الی اللہ اور توکل علی اللہ پیدا ہوتا ہے۔ ان حضرات کا پہلا سبق لا الٰہ الا اللہ کا ہے اور اس کا مطلب اس جماعت کا ایک عامی بھی یہ بیان کرتا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے، دوسری مخلوق کچھ نہیں کرسکتی اور انابت الی اللہ بھی درحقیقت یہی ہے کہ دل میں یہ یقین پیدا ہو جائے کہ خدائے ذوالجلال کے ارادے اور اذن کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ الغرض یہ جماعت توکل اور انابت کی یہ تعلیم دیتی ہے کہ دل سے اسباب نکال کر ایک ہی مسبب پر نظر رکھے جیسے کہ علامہ ابن قیم رح فرماتے ہیں کہ توکل رفع اسباب کا نام ہے، قلب سے نہ کہ قالب سے۔ ہمارے طلبہ میں یہ بات بہت کم ہوتی ہے جبکہ تبلیغ والوں کو یہ یقین نصیب ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس بات میں پیچیدگیاں تلاش کرتے ہیں کہ ہر چیز خدا کیسے کرتا ہے اور کیا نماز، روزہ اور حج وغیرہ بھی خدا کرتا ہے لیکن ان لوگوں کو اتنا علم بھی نہیں کہ دراصل یہ بات کہ ہر چیز خدا کے اذن وارادہ پر موقوف ہے، قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ہے اور تبلیغی حضرات کی مراد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن وارادہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

اس پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ تو معطلہ ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ معطلہ نہیں بلکہ متوکلہ ہیں اور تعطل اور توکل میں بڑا فرق ہے، معترض لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ تبلیغی حضرات دنیا وآخرت دونوں کی کمائی کے اعتبار سے عام لوگوں کی نسبت بدرجہا افضل اور پیش پیش ہیں۔ دنیا میں عموماً مالدار اور آخرت کیلئے زیادہ محنت کرتے ہیں۔ تو نہ معلوم یہ کیسے معطلہ ہیں کہ اس شدت سے عبادات اور ریاضتوں میں محو رہتے ہیں، بہرحال تبلیغی حضرات کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے بیان میں ذرا وضاحت سے کام لے کر یہ کہیں کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس کے ارادہ کے بغیر نہ کوئی کام ہوتا ہے نہ کوئی سبب کارگر ہوتا ہے۔ اس طرح وہ اس مہمل اعتراض سے بھی بچے

رہینگے۔

انقلابی اثر: تبلیغی جماعت انسان کے اندر ایک عظیم انقلاب برپا کرلیتی ہے مثلاً اس جماعت میں شامل ہو کر لوگ داڑھی بڑھا دیتے ہیں، نماز پابندی سے بلکہ تہجد تک پڑھنے لگتے ہیں لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ انقلاب تبلیغ کا اثر ہے یا تغریب (جلاوطنی) کا، تو حق یہ ہے کہ یہ خاص اثر تغریب کا ہے کیونکہ وعظ و تبلیغ اور قال اللہ اور قال الرسول تو ہم سب کرتے ہیں لیکن ایسا انقلاب لانے سے محروم ہیں۔ شریعت میں بھی تغریب کی مثال زنا کے سزا کے طور پر موجود ہے یعنی جب غیر شادی شدہ شخص کے لئے زنا کی سزا سو کوڑے مقرر ہے، ساتھ ہی اسے ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کیا جاسکتا ہے۔ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے، اتنی بات ضرور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ تعزیر ہے قاضی اور خلیفہ کے صوابدید پر موقوف اور ان کے اختیار میں ہے اور اکثر ائمہ کے نزدیک یہ بھی حد زنا یعنی شرعی سزا کا جزء ہے۔ اس تغریب کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جس ماحول میں انسان جرم میں ملوث ہوچکا ہے، اس سے دور جاکر اس کی اصلاح ہوجاتی ہے تبلیغی حضرات بھی تغریب کی اس حکمت کو مدنظر رکھ کر انسان کو کچھ وقت کے لئے اختیاری جلاوطنی کی دعوت دیتے ہیں تاکہ جو اصلاح محض تبلیغ اور وعظ سے حاصل نہ ہو، وہ گھر سے بے گھر ہو کر حاصل ہوجائے۔

علم و عمل کا سنگم: ان حضرات کا علم اور عمل ایک ہی ڈگر پر چلتے ہیں، جو سیکھتے ہیں وہ کرتے ہیں، جبکہ ہمارے طالب علم حضرات میں سے بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں ماں باپ نے علم کے لئے بھیجا ہے، عمل کے لئے کب بھیجا ہے، اس کے برعکس اس جماعت کی خاصیت یہ ہے کہ یہ لوگ جتنا سیکھتے ہیں اتنا عمل کرتے ہیں۔

بعض حضرات کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض اعمال ایسے بھی ہیں جن کی طرف یہ لوگ توجہ نہیں دیتے مثلاً یہ لوگ شادی شدہ ہو کر چار ماہ، سال یا اس سے بھی زیادہ مدت کے لئے گھر سے باہر جاتے ہیں حالانکہ شرعی لحاظ سے گھروالی سے چار ماہ میں صحبت ضروری ہے اور شوہر گھر سے کہیں باہر چار ماہ یا اس سے زائد مدت کے لئے جائے تو گھر والوں سے اجازت لینا لازم ہے جبکہ یہ لوگ اجازت نہ لینا ہی کمال سمجھتے ہیں لیکن یہ اعتراض درست اس لئے نہیں کہ ان حضرات کا یہ طرز عمل لاعلمی کی وجہ سے ہے، اگر سمجھا دیا جائے کہ یہ اجازت ضروری ہے تو اجازت ضرور لیں گے کیونکہ وہ مسائل پر علم آنے کے بعد عمل کرنے میں پیچھے نہیں ہٹتے۔

یہاں یہ بات واضح ہونی چاہیئے کہ اجازت نہ لینے کے لئے یہ بہانہ بنانا غلط ہے کہ تبلیغ فرض عین ہے اور فرض عین بجا لانے کے لئے اجازت ضروری نہیں، اس لئے کہ پہلے میں کہہ چکا ہوں کہ اس

خاص طریقہ سے تبلیغ نہ فرض عین ہے نہ فرض کفایہ، جس طرح کہ مدارسِ عربیہ کا خاص نظام فرض نہیں، ہاں بدعاتِ حسنہ میں اسے شمار کیا جا سکتا ہے، دوسری طرف اجازت لینا واجب ہے۔ علامہ ابن ہمامؒ اور صاحب بدائع وصنائع نے اس کی تصریح کی ہے نیز حضرت عمرؓ کا بھی اس میں اثر موجود ہے کہ آپ نے لشکرِ اسلامی کے امراء کو خطوط لکھے کہ وہ شادی شدہ مجاہدوں کو چار ماہ میں ایک بار گھر ضرور بھیجا کریں۔

علم نفسیات اور مزاج شناسی اس راستے میں نکلنے والوں کو نفسیات میں مہارت حاصل ہو جاتی ہے، انہیں معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کا یہ مزاج ہے اس لئے ان سے بات کرنے کا طریقہ یہ ہوگا۔ تھانیدار کا مزاج یوں ہے تو اسے اس طرز سے دعوت دینگے، خان، فقیر، مزدور غرض ہر طبقہ کے لوگوں کے مزاجوں کو پرکھ لیتے ہیں اور موقع سے موافق بات کرتے ہیں گویا اس کو مزاج شناسی اور نفسیات کا الہام سا ہوتا ہے۔ ہمارے طلبہ میں یہ وصف مفقود ہوتا ہے، وہ ہر کام قوت اور ڈنڈے سے کرنا چاہتے ہیں حالانکہ حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وقولا لہ قولاً لیناً، چونکہ موسیٰ علیہ السلام تیز مزاج اور جلالی طبیعت کے مالک تھے، اس اللہ تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں کہ فرعون کے تکبر اور خود پسندی کی رعایت کرتے ہوئے نرمی سے بات کرو۔

قوتِ بیان اس جماعت کے خاص مناقب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس جماعت کا عامی سے عامی شخص بھی ایسے مؤثر انداز میں بات کرتا ہے، کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے اس لئے اگر بیان، وعظ اور دعوت کا سلیقہ سیکھنا ہو تو اس جماعت میں نکل جاؤ خصوصاً ایسے مدارس کے طلبہ کے لئے جہاں آزاد انجمنوں پر پابندی ہو ضروری ہے کہ ان چلتے پھرتے انجمنوں میں شمولیت اختیار کریں یہاں وہ بہت خوبی سے بیان کا طریقہ سیکھ لینگے۔

آدابِ معاشرت کا مدرسہ اس جماعت کے لوگ زندگی کے ہر پہلو میں کام کے طریقے اور آداب سیکھ لیتے ہیں، وہ مسجد میں ہوں یا مدرسہ میں، راستہ میں ہوں یا دکان میں، روٹی اور ہانڈی پکائیں یا خلا کے لئے جائیں، راستہ کے بارے میں کسی سے پوچھنا ہو یا کسی کی دعوت میں جانا ہو، غرض کوئی بھی کام ہو، وہ اس کے آداب جانتے ہیں۔

تنظیم یہ ایک عجیب منظم جماعت ہے، اس میں شہد کی مکھیوں جیسی تنظیم موجود ہے۔ ایک عامی کی امارت میں ایک عالم اتباع کامل کی تصویر بنا بیٹھا ہے، گاؤں سے لے کر مرکز تک وہ اصول کا اتباع کرتے ہیں ان کے اجتماعات کو دیکھو تو حیرت ہوگی کہ کس خوش اسلوبی سے وہ آنیوالوں کے لئے قیام و طعام کا بندوبست کرتے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں شرکاء کے لئے وضو کا پانی، بجلی اور دیگر ضروریات کا انتظام کرتے ہیں، میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ پاکستان میں دو جماعتوں میں کامل تنظیم موجود ہے، ایک خوش قسمت ہے تبلیغی جماعت

اور ایک جماعت اسلامی ہے جو آنا فاناً سب کچھ ٹھیک کر دیتی ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہے صحابہؓ کے مسائل میں کمزور اور دوسری جماعت تبلیغی جماعت ہے، یہ لوگ خوش قسمت ہیں۔

تبلیغی جماعت کے برعکس ہمارے طلبہ میں تنظیم کا فقدان ہے، ان کا ہر کام سراپا جھگڑا ہوتا ہے ضد اور حسد اس کی بنیاد ہوتی ہے، عظیم محدث امام نوویؒ شارح صحیح مسلم، رسول اکرمؐ کی حدیث انما هلک من کان قبلکم باختلافهم فی الکتاب۔ "مثلاً" کی شرح میں تصریح فرماتے ہیں کہ اعتقادیات میں اختلاف حرام ہے۔ رہے فروعی مسائل مثلاً رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ، تو ان میں اختلاف کی گنجائش ہے بشرطیکہ اسمیں ضد اور تعصب نہ ہو، اب اگر کوئی حنفی یا شافعی دوسرے کو حق پر شمار کرے تو درست ہے لیکن اگر حسد اور تعنّت کی بناء پر اختلاف کرے تو یہ بھی حرام ہے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ فروعی مسائل میں اختلاف کے لئے کوئی نہ کوئی منشا، دلیل، مثلاً آیت یا حدیث تو ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی حرام ہے جبکہ ہمارے ان سیاسی اختلافات اور میلانات کیلئے کوئی نص اور کوئی دلیل موجود نہیں، اس لئے ظاہر ہے کہ ان امور میں اختلاف اور اخصوصاً بغض وعناد کو منشاء بنا کر اختلاف کرنا جائز نہیں۔ اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک فرعی مسئلہ کی ہوسکتی ہے اور اس کا دارومدار بھی محض رائے پر ہوتا ہے اگر اس سلسلے میں میرا فتویٰ چاہتے ہو تو سن لو کہ آپ کے یہ جھگڑے بالکل حرام ہیں لہٰذا محض تنظیم کی بناء پر ایک دوسرے سے دوریاں اور تحاسد و تباغض چھوڑ دو، علماء کی توہین نہ کرو، اس طرح علماء کی صفوں میں اتحاد ہوگا اور ان کی بات بھی مؤثر ہوگی۔

رہی سیاست کی بات تو اس زمانہ کی حکومتیں نہ تو حق پسند ہیں نہ حق کا اتباع کرنا چاہتے ہیں وہ تو محض شور وشر سے مرعوب ہونا چاہتے جانتے ہیں، اسیطرح آج کل کے سیاستدان بھی کوئی نظریہ نہیں رکھتے، چڑھتے سورج کے پجاری ہیں۔

اداروں کے کمزور طلباء کو اس چڑیا سے سیاست سیکھنی چاہیئے۔ حکایت ہے کہ ایک درخت پر ایک چڑیا کا گھونسلا تھا۔ ایک روز تیز بارش اور ہوا کی وجہ سے وہ درخت سے گر گئی۔ ساتھ ہی اُپلوں کے ایک ڈھیر پر ایک گیدڑ بھی سردی کی شدت سے ٹھٹھرا ہوا بیٹھا دھوپ کھا رہا تھا کان میں ایک مینگنی بھی پھنسی ہوئی تھی، اس کی نظر چڑیا پر پڑی تو اسے پکڑ لیا۔ چڑیا نے کہا کہ دیکھو، میں چھوٹا سا پرندہ ہوں، مجھے کھا کر تمہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اس لئے جو بھی تم کہو گے مجھے قبول ہوگا لیکن مجھے چھوڑ دو۔ گیدڑ بولا تو کیا میری ہر بات مانو گی چڑیا نے کہا ضرور۔ گیدڑ نے کہا کہ پھر میں جو کہوں وہی کہو، چڑیا بولی کہو۔ گیدڑ نے حکم دیا، کہو کہ شہزادہ بیٹھا ہے سونے کے ڈھیر پر اور کان میں سونے کی بالی ہے"

چڑیا نے تعمیل حکم کیا۔ گیدڑ نے چھوڑ دیا تو اڑ کر قریب کی درخت پر بیٹھی اور کہنے لگی " ایک ذلیل گیدڑ بیٹھا ہے گندگی کے ڈھیر پر اور کان میں منگنی ہے"۔ تو یہی آج کل کی سیاست ہے۔

اطاعت امیر ان حضرات میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ امیر کی ہر بات کو بغیر چون وچرا کے مانتے ہیں جبکہ ہمارے طلبہ میں امیر کی اطاعت مفقود ہے، ہر کوئی اپنی ہانکتا ہے۔

جاذبیت یہ تحریک ہر طبقہ اور ہر مکتب فکر کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، عوام ہوں یا علماء، امیر ہوں یا غریب، وزیر ہو یا بادشاہ، جو بھی ہو ان کی مقناطیسیت کے آگے مسخر ہے، اگرچہ بعض لوگ تبلیغ میں بھی اغراض لے کر جاتے ہیں مثلاً سیاسی لوگ نیک لوگوں کے ساتھ اپنی معیت دکھلا کر اپنے انتخاب کی راہ ہموار کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ اس سال تو صدر بھی گیا تھا، میں تو خوش نہیں تھا اس لئے کہ یہ شخص تو اپنی اسلام پسندی ثابت کرنا چاہتا ہے اور ممکن ہے ایسا ہی ہو، لیکن دوسری طرف اس شخص میں ایک عجیب خوبی ہے وہ یہ کہ جو لوگ بھی اس کے قریب ہو جاتے ہیں، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیتا ہے، ابھی مسلم لیگ کو مقرب بنایا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، نیشنل پارٹی وغیرہ کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں خدا تبلیغ والوں کی خیر کرے، ایسا نہ ہو کہ ان میں سے بھی کچھ لوگوں کو الگ کر کے ان میں پھوٹ ڈال دے

گشتی شفاخانہ بعض شفاخانے ایسے ہوتے ہیں جس میں علاج کے لئے تمہیں جانا پڑتا ہے اور ان کی نظیر آپ کے یہ دینی مدارس اور خانقاہیں ہیں۔ تم دور دراز علاقوں سے مدارس کے پیچھے جاتے ہو لیکن تبلیغ کا یہ شفاخانہ خود لوگوں کے پیچھے پھرتا ہے تاکہ اگر کوئی بیمار قابل علاج ملے تو اس کا علاج کرے۔

بقیہ از صفحہ ۴۳

تھے اور ان سے ہندوستان میں چنداں تعارف نہ تھا، جب یہاں مفتی صاحب قائد جمعیۃ ہوئے اور شہرۂ آفاق حیثیت حاصل ہوئی تو حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نے تعارف کرایا اور مولانا مفتی محمود بعد میں ہمیشہ مجھ سے ایسے واقعات سنتے اور جب میں نے حضرت مدنی کے مذکورہ الفاظ سنائے تو سنتے ہوئے عش عش کر اٹھے اور بہت خوش ہوئے۔

فرمایا کہ میں قیام پاکستان کے بعد بھی ایک زمانہ تک وہاں ہندوستان کے مدارس میں مدرس رہا اس لئے اس وقت کے حالات کے تفصیلات مکمل طور سے یاد ہیں۔

فرمایا کہ حضرت مدنی سر مالش کر کے سو جاتے۔ ایک دفعہ میں سر مالش کر رہا تھا کہ حضرت سو گئے۔ مالش بند کر کے آیا تو طلبہ انتظار میں تھے اور ہر ایک کہتا کہ یہ ہاتھ میرے سر پر مل لیں۔ یہ طلبہ کا شوق تھا کہ تبرک کے لئے ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھاتے۔